شاہد حسین رزاقی

تاثرات

تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور تاریخ عالم کی تشکیل میں جمہوریت اور آمریت کی کش مکش کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ حصولِ اقتدار کے لیے ان دو قوتوں کی جد وجہد نے مغربی ممالک کو خاص طور پر متاثر کیا ہے اور اسی بنیاد پر ان کے دورِ جدید کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ انسان جمہوریت پسند بھی ہوتے ہیں اور آمریت پسند بھی اور ان دونوں رجحانات میں کوئی نہ تو مکمل طور پر خیر ہے اور نہ شر۔ بلکہ ان کی اس نوعیت کا انحصار بہت کچھ حالات پر ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر خیر اچھائی ہے اور شر برائی۔ لیکن بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ خیر کا نتیجہ برائی اور شر کا نتیجہ اچھائی کی شکل میں نکلتا ہے اور شر خیر کے تحفظ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بنیادی طور پر امن خیر ہے اور جنگ شر۔ لیکن ایسے حالات بھی پیش آجاتے ہیں جب خود امن کے تحفظ کے لیے جنگ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی جان کا احترام انسانیت کی بقا و ترقی کے لیے لازمی ہے۔ لیکن مخصوص حالات میں خود انسانی جان کے احترام کو برقرار رکھنے کے لیے انسانی جان لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہی حال جمہوریت اور آمریت کا ہے۔ موجودہ دور میں جمہوریت ترقی پسند معاشرہ کا نصب العین ہے اور ہر ملک جمہوری ترقی کی منزلیں طے کرنے کی ممکنہ کوشش کر رہا ہے۔ لیکن بہت سے ممالک کے حالات ایسے ہیں کہ جمہوریت کی بنیادیں مستحکم کرنے اور جمہوری مملکت و معاشرہ تعمیر کرنے کے لیے آمریت سے کام لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ جنگ کی طرح آمریت بھی ایک عارضی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ ضرورت حصولِ مقصد کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ اس کا جاری رہنا تعمیر کے بجائے تخریب کا موجب بن جاتا ہے یہی وہ بنیادی اصول ہے جو ملک و ملت کے دانشمند معماروں کے پیش نظر رہتا ہے۔

جس طرح محض اقتدار پسندی پر مبنی آمریت تباہی کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح ناسازگار حالات میں جمہوریت بھی نقصان رساں ثابت ہوتی ہے۔ جمہوریت انسانی معاشرہ کا ایک اعلیٰ ترین تصور ہے اور اس تصور کو عملی شکل دینے کے لیے آزادی اور مساوات کی اساس پر ایسی مملکت تعمیر کی جاتی ہے جس میں عوام اقتدار کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ عوام کے نمائندے ان کے تفویض کردہ اقتدار کے امین اور ان کے مفاد کے نگہبان

ہوتے ہیں۔ اور ان کی حکومت فلاح و بہبودِ عام کے لیے کام کرتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی مفاد میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔ افراد و طبقات کے جائز حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں جدوجہد اور ترقی کرنے کے مواقع سب کے لیے یکساں کھلے رہتے ہیں اور کسی کو کسی قسم کے مراعات حاصل نہیں ہوتے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں اور کوئی قانون سے بالاتر نہیں ہوتا۔ حقوق و فرائض کا احساس و شعور عام ہوتا اور ان کا ہر طرح احترام کیا جاتا ہے۔ اور حاکم و محکوم اور افراد و طبقات سب اپنے فرائض پوری ذمہ داری سے ادا کرتے ہیں۔ جس نظام میں عوام کی اس قدر اہمیت ہو اور جس کے بنیادی مقاصد کی یہ نوعیت ہو وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب عوام کا سیاسی شعور پوری طرح بیدار ہو اور وہ اپنے حقوق کی حفاظت اور فرائض کی تکمیل کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جمہوریت جس قدر اعلیٰ تصوّر ہے عملاً اس کی کامیابی کے لیے ویسے ہی لوازم بھی ہیں جن کے بغیر یہ نہ تو کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ مفید۔

مغرب کے متعدد ممالک میں جمہوریت جس ترقی یافتہ شکل میں نظر آتی ہے وہ تقریباً ڈھائی ہزار سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مغربی جمہوریت کی ترقی میں برطانیہ نے سب سے زیادہ حصّہ لیا۔ اور انقلاب فرانس و آزادی امریکہ سے جمہوریت کے دورِ جدید کا آغاز ہوا۔ برطانوی نظام جمہوریت کی نہایت ترقی یافتہ شکل ہے جس کو اہل برطانیہ نے تقریباً ایک ہزار سال کی جدوجہد کے بعد حاصل کیا ہے اور یہ ان کے تاریخی ارتقاء قومی خصوصیات، اخلاق و کردار، رسوم و روایات، اور بنیادی رجحانات کے عین مطابق ہے۔ برطانیہ میں یہ نظام نہایت کامیاب ہے۔ اور انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں اپنا نظامِ حکومت ہندوستان کو بھی عطا کیا۔ لیکن ہندوستان کے لیے یہ ایک جسدِ بے روح تھا۔ کیونکہ اس نظام کی کامیابی کے لوازمات ہندوستان میں موجود نہ تھے۔ برطانوی نظام اس قدر ترقی یافتہ ہے کہ فرانس جیسے ملک میں بھی جو ایک زمانہ میں جمہوری انقلابات کا سب سے بڑا علمبردار تھا یہ نظام کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر ہندوستان جیسے نیم ترقی یافتہ اور پسماندہ ملک میں اس کی کامیابی کا کیا امکان ہو سکتا تھا۔ جہاں ازمنۂ وسطیٰ کا جاگیری نظام بھی باقی تھا۔ اور عوام کا استحصال کرنے والے افراد و طبقات بھی تھے۔ چنانچہ ان سب نے عوام کی جہالت و افلاس اور محکومی و مجبوری سے فائدہ اٹھا کر جمہوریت اور عوامی حقوق کا نام لے کر سیاسی شعور سے یکسر محروم عوام کا استحصال کیا۔ اور اس طرح جمہوریت تعمیر و ترقی کے بجائے تخریب و تباہی کا ذریعہ بنائی گئی۔

جمہوریت کی یہی شکل تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں برقرار رہی۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جمہوریت دشمن عناصر نے اپنے ذاتی اور طبقہ واری اغراض و مفاد کے لیے جمہوریت کی آڑ لے کر ملک و ملت اور جمہوریت

کو شدید نقصان پہنچایا۔ پاکستان میں برطانوی نظام کے نفاذ سے یہ حقیقت پھر ثابت ہوگئی کہ کسی جمہوری نظام کے بنیادی لوازمات کے بغیر اس کا نفاذ کس قدر تباہ کن نتائج پیدا کرتا ہے اور ایک نہایت اچھا نظام کیسی برائیوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پاکستان میں فوجی انقلاب کا ایک بنیادی مقصد غیر موزوں جمہوری نظام کی پیدا کردہ خرابیوں کا انسداد بھی ہے۔ اور اس کا موثر عملی ذریعہ ایسے موزوں جمہوری نظام کا نفاذ ہے جو پاکستان کے حالات کے مطابق ہو۔ چنانچہ مروجہ جمہوری نظام ختم کر دیا گیا۔ لیکن جمہوری نصب العین برقرار رہا۔ اور صدر مملکت نے یہ واضح کر دیا کہ انقلابی حکومت کا مقصد آمریت کا قیام نہیں بلکہ جمہوریت کی بحالی ہے۔ اس طرح جو تبدیلی ہوئی ہے وہ تعمیری مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ اصل چیز جمہوری مقاصد کا حصول ہے جو نظروں کے سامنے ہے اور جو چیز ضروری سمجھی جا رہی ہے وہ طرز کار کی تبدیلی ہے تاکہ یہ مقصد حاصل کرنے کی راہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ جمہوریت کی بحالی کی طرف پہلا قدم بنیادی جمہوریت کی شکل میں اٹھایا جا چکا ہے۔ اس ملک میں جمہوریت کے قیام اور ترقی و استحکام کی راہ میں جو مشکلات حائل ہیں وہ رفتہ رفتہ دور ہوں گی اس لیے ممکن ہے کہ یہاں جمہوری ترقی کی رفتار کسی قدر سست ہو لیکن اتنا ضرور ہو گا کہ جو قدم اُٹھے گا وہ آگے کی طرف اُٹھے گا اور آخرکار ایک ایسے ترقی پذیر اور ہم آہنگ جمہوری نظام کے قیام میں کامیابی ہو گی جو صحیح معنوں میں جمہوری مقاصد کی تکمیل کر سکے گا۔